

رسائل و مسائل

نبی اکرمؐ کے بعد خلافت کا استحقاق

جناب عبدالمالک صاحب - ناظم شیعہ استفسارات

سوال ۱۔ شیعہ و سنی کے مسائل پر جو بحث ہوتی رہی ہے اس سے مشافہ ہو کر میرے ایک دوست نے نیشیئت قبول کر لی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے چند سوالات کیے جو بقول ان کے اگر کوئی صاحب ان کے جوابات دے کر مطمئن کر دیں تو وہ اُسے قبول کر لیں گے۔ سوال تحریر کر رہا ہوں، یا تو براہ راست جواب دیں یا مناسب سمجھیں تو ترجمان میں سوالات بموجہ جوابات کے شائع فرمائیں دمقصد کسی نئے فتنے کا دروازہ کھولنا نہیں ہے۔

۱۔ حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے دوسرے صاحبان کس طرح خلیفہ قرار پائے۔
۲۔ مشاورت میں علیؑ کے مقابل کس طرح دوسرے صاحبان اپنے آپ کو علیؑ کے ہوتے ہوئے خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔

۳۔ عم غدیر کا خطبہ جس میں رسالتاً نے حضرت علیؑ کی شان میں یہ فرمایا کہ علیؑ کو مجھ سے ایسی ہی محبت ہے جس طرح موسیٰؑ کو ارون سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے باوجود علیؑ دوسروں کے ہم پلہ قرار دیئے جاتے ہیں۔
۴۔ حضرت عثمان غنیؓ جیسے صاحبوں کے ہوتے ہوئے بھی آل نبیؐ کے گھر میں فتوٰی کیوں ہوا۔

۵۔ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی روایات کو کیوں لیا جاتا ہے جس کی وجہ

طریقہ عبادت ہر دو فرقوں میں مختلف ہے۔ یہاں سبب میں ادنیٰ و اعلیٰ کی تشریح چاہی تو ہمارے دوست نے کہا کہ حدیث کے معاملے میں غلام پر کیوں اعتماد کیا جائے جب کہ حضرت علیؓ کی اولاد وغیرہ سے کیوں نہ پوچھا جائے۔ اسی طرح ایک بحث کے دوران اُن ہی صاحب نے مولانا مرحوم پر ایک ہتھان لگایا کہ مولانا نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں گستاخانہ الفاظ تحریر فرمائے (حکام بدین) حوالہ خلافت و ملوکیت کا دیا۔ لیکن وہ اپنی بات ثابت نہیں کر سکے۔

مجھے آپ کی علمی مصروفیات کا بھی شدت سے احساس ہے لیکن جناب سے انتہائی ادب سے التماس کرتا ہوں کہ ان سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔ اجاب کو سلام کہیے۔

جواب ۱۔ حضرت علیؓ کے بجائے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو کیوں خلیفہ بنا یا گیا؟ کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے خلیفہ بنا نا تھا انہوں نے ان لوگوں کو خلیفہ بنا دیا اُن کے ساتھ تعاون کیا اور اس طرح انہوں نے اپنا دور گزار لیا۔ یہ سوال کسی کو کرنا تھا یا اس سوال کی ضرورت تھی تو آج نہیں بلکہ اس وقت تھی تا کہ غلطی کی صورت میں اس کا ازالہ ہوتا اور لوگ مذکورہ حضرات کے بجائے کسی اور کو ان کی جگہ منتخب کر لیتے لیکن اس وقت تو یہ سوال نہ اٹھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے بھی عوام کے سامنے یہ مسئلہ نہیں رکھا اور نہیں کہا کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں ایسی متنقح علیہ خلائق یا حکومتیں شاید ہی کبھی وجود میں آئی ہوں۔ اب یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ اس دور کے لوگوں کے سامنے خلفاء ثلاثہ اور حضرت علیؓ موجود تھے جو انہیں ہم سے زیادہ جانتے تھے اور اس بات کے زیادہ ضرورت مند بھی کہ انہیں اچھے حکمران ملیں کو غلطی لگ گئی اور انہوں نے صحیح انتخاب نہیں کیا تھا۔ اگر بالفرض انہوں نے صحیح انتخاب نہیں بھی کیا تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ نقصان جو بھی تھا انہیں کا تھا۔ جب رعیت خود ایسے حکمرانوں پر راضی ہو تو کسی دوسرے کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے کیا وہ ان لوگوں کا خود ان سے زیادہ خیر خواہ ہونے کا مدعی ہے اور ان سے زیادہ ان کے حکمرانوں کے متعلق معمولاً رکھتا ہے۔ ان دونوں دعویٰ کو کوئی بھی ذی عقل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس کی

بہ نسبت یہ بات زیادہ معقول ہوگی کہ بعد میں آنے والے اپنے دور کی فکر کریں اور ان مرحومین کی فکر میں نہ گھلیں جن کو اب ان کی فکر مندی کا نہ تو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی ان کی فکر مندی کا فریضہ انہیں سپرد کیا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ لوگ تو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر راضی نہ تھے لیکن یہ حضرات قوت کے بل بوتے پر مسلط ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ اولاً تاریخ اس کی تردید کرتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو ان خلافتوں کے خلاف بغاوت ہوتی اور نہیں تو کم از کم حضرت علیؓ جو بقول شیعہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ وہی ناحق خلفا کے خلاف میدان میں نکلتے بلکہ جب اس کا موقع آیا اور حضرت علیؓ کی برحق خلافت دجو خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے بعد انہیں ملی اور انہی لوگوں نے انہیں خلیفہ منتخب کیا جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ منتخب کیا تھا) کو امیر معاویہؓ سے چیلنج کیا تو وہ ان کے خلاف میدان میں نکلے اور دو مشہور جنگیں برپا ہوئیں جن میں ہزاروں کا تعداد میں دونوں طرف سے مسلمان مارے گئے۔ اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں حضرت علیؓ کے لیے چیلنج ہوتیں اور ان خلافتوں نے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل غصب کی ہوتی تو حضرت علیؓ ان کے خلاف میدان میں نکلتے۔ اگر غامبین کے خلاف نکلنا ضروری تھا تو پھر خلفاء ثلاثہ کے خلاف خروج کیوں نہ کیا۔ اور نکلنا ضروری نہیں تھا تو امیر معاویہ کے خلاف خروج کیوں کیا۔ اس سوال کا یہ جواب اُس وقت ہے جب شیعہ حضرات خلافت کو ایک انتخابی منصب قرار دیں۔ اور امت مسلمہ کے لیے برحق تسلیم کریں کہ وہ جسے اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہے مقرر کر سکتی ہے جیسے کہ اہل سنت و الجماعت کا یہی نظریہ ہے۔ اور قرآن پاک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور تاریخ اسلام سے اسی نظریہ خلافت کی تائید ہوتی ہے۔

قرآن پاک صاف اور کھریج الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرد کو اپنا نائب مقرر نہیں کیا بلکہ پوری امت آپ کی نائب ہے۔

وَكذَٰلِكَ جَعَلْنَاكَ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ

يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

”اور اس طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط (اعلیٰ امت) بنا دیا ہے تاکہ

تم دنیا بھر کے انسانوں پر حق کے گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے۔“

”کنت خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون
عن المنکر وتؤمنون بالله“

”اب تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے میدان
میں لایا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان
لاتے ہو“

”وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلح ان لا يفتنهم في
الدين كما استخلف الذين من قبلهم وليمكن لهم دينهم الذي
ارتضى لهم ودينهم اتوا به من بعد خوفاً منا بعد وكنى لا يشركون
بى شيئاً“

”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے
وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی طرح خلافت دے گا جس طرح اس نے
ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور وہ ان کے لیے اُس کے پسند کردہ دین
کی بنیادوں کو مضبوط کر دے گا اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا وہ
میری بندگی کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔“

جب خلافت اور جانشینی اُمت کے لیے ہے اس کے کسی فرد کے لیے نہیں تو اس سے
خود بخود یہ لازم آتا ہے کہ اُمت اپنی خلافت چلانے کے لیے اپنے میں سے کسی فرد کا انتخاب
کرے۔ وہ فرد جو اس طرح سے منتخب ہو کر آئے گا وہ برحق خلیفہ ہوگا اور جو خود بخود
لوگوں پر مسلط ہو جائے وہ خلیفہ نہیں بلکہ اُمت کے حقِ خلافت کو غصب کرنے والا ہوگا اور
وہ اس بات کا اہل نہیں ہوگا کہ اُسے خلیفۃ المسلمین کہا جائے بلکہ وہ ملک اور بادشاہ قرار
پائے گا۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت علیؓ اور حضرت حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ منتخب
تھے اس لیے یہ سب خلفائے راشدین کہلاتے اور نبو امیہ، بنو عباس اور بنو عثمان منتخب
نہ تھے اس لیے بادشاہ کہلاتے اور ان کا دور دورہ ملوکیت کہلایا۔

یہ نظریہ خلافت حکومت کے ہم معنی ہے یعنی مسلمان اسلام کی بنیاد پر دوسرے

لوگوں سے علیحدہ قوم ہیں ان کا اپنا معاشرہ، اپنی سوسائٹی، اپنی حکومت اور اپنا نظام ہے، لہذا ایک معاشرہ جس کی ضرورت حکومت ہے اسے مسلمان خود قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ایسی ہی خلافت کا وعدہ کیا ہے جس میں ایسی حکومت ہو جو دین کو اولہ اس کی بنیادوں کو مضبوط کرے۔ امن و امان قائم کرے اور خود بھی اسے دشمن کا ڈر نہ رہے اور وہ اللہ کی بندگی کرنے والی اور شرک و کفر سے محفوظ ہو۔

لیکن شیعہ اس طرح کی خلافت کے قائل نہیں ان کے نزدیک اصل خلیفہ امت مسلمہ نہیں، بلکہ حضرت علیؓ اور بارہ ائمہ معصومین ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے انہیں خلیفہ بنایا ہے اس لیے امت کا کام خلیفہ منتخب کرنا نہیں بلکہ اللہ کے منتخب کردہ خلیفہ کو ماننا ہے۔

شیعہ حضرات نے یہ نظریہ اس لیے اختراع کیا ہے کہ پہلے نظریہ کے مطابق وہ خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت پر اعتراض نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ اس کے مطابق امت کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق تھا اور اس نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے خلفاء ثلاثہ کو منتخب کیا اور جو حقہ نمبر پر حضرت علیؓ کو بھی منتخب کیا اور تاریخ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ خلافتیں عوام شیعیہ رضامندی سے قائم ہوئیں اور رضامندی سے چلیں اور تمام مسلمانوں نے اہل بیت سمیت ان سے تعاون کیا اس لیے مجبوراً شیعہ حضرات نے یہ نظریہ نکالا کہ ”خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور ائمہ معصومین کو خلیفہ بنایا تھا لیکن مسلمانوں نے اللہ کے فیصلے کے بجائے اپنا فیصلہ نافذ کیا اور اللہ کے مقرر کردہ خلفاء کو مسترد کر دیا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو خلافت دی تھی وہ قائم نہ ہو سکی اس طرح اللہ تعالیٰ نے جس خلافت کا ”وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات“ کے الفاظ سے وعدہ کیا تھا وہ وجود میں نہ آ سکی۔

شیعہ حضرات کا یہ نظریہ اولاً نوان مذکورہ آیات کے خلاف ہے۔ ثانیاً جس خلافت کی مسلمانوں کو ضرورت تھی (خلافت یا اقتدار) شیعہ نظریہ کے مطابق وہ ضرورت ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ ثالثاً پوری امت مسلمہ اہل بیت سمیت اس نظریہ کی رو سے خدا کی بانگی بن جانی ہے۔ رابعاً یہ نظریہ درست ہوتا تو حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اپنے دوا

میں اُمت سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلیفہ بنایا ہے اس لیے اُمت کو خلافت کے مسئلہ پر غور و فکر کرنے اور مشاورت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خدا کی طرف سے تقرری کی علامتوں کو جاننے کی ہے۔ اور یہ ہیں وہ علامات عین کی بنا پر ہم خلافت کے داعی ہیں۔ لیکن شیعہ سنی لطیفیچر اس بات پر متفق ہے کہ حضرت علیؑ اور دوسرے صحابہؓ نے اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ شیعہ سنی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کام مہاجرین اور انصار جو اہل حل و عقد ہیں جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ بنایا تھا کی صوابدید پر ہے وہ جسے خلیفہ بنائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں ”ان هذا امرکم لیس لاحد فیہ حق الا ان امرکم“ یہ تمہارا کام ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں الا یہ کہ تم اسے امیر بنا دو تاریخ طبری (ص ۱۵۵، ۱۵۶)۔ خامساً اس طرح کی خلافت جو بلا اقتدار ہو اس وعدے کا مصداق نہیں بنتی جیسا کہ خلافت کی خلافت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسی خلافت کا وعدہ کیا ہے جو با اقتدار ہو جس کا وجود شیعہ نظریہ کے مطابق ابھی تک نہیں ہوا۔ اگر حضرت علیؑ حضرت عثمانؓ کے بعد خلیفہ بنے ہیں تو ان کی یہ خلافت مسلمانوں کے انتخاب سے قائم ہوئی ہے اللہ کی طرف سے تقرر کی بنا پر نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (شیعہ مذہب کے مطابق) حضرت علیؑ کا خلافت پر تقرر پہلے سے تھا اس بنیاد پر انہیں خلیفہ بنایا گیا ہوتا تو شروع سے انہیں خلافت مل گئی ہوتی یا وہ اس بنیاد پر خلافت کا دعویٰ کرتے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور نہ تاریخ میں حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں تو اتر سے تصریح ہوتی کہ انہوں نے اللہ کی طرف سے تقرری کا دعویٰ کیا اور لوگوں نے اس بنا پر ان کی خلافت تسلیم کی اور اگر خلافت بلا اقتدار پر ان حضرات کو فائز کیا گیا تھا نہ کہ خلافت با اقتدار پر تو پھر یہ ایک روحانی اور علمی قسم کی خلافت ہوتی جیسے کہ شیعہ علماء نے لکھا ہے تو ایسی صورت میں یہ سوال لغو ہو جاتا ہے کہ ان کے بجائے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو کیوں خلافت دی گئی اس لیے کہ انہیں خود خلافت ہی گئی وہ خلافت لمبعتی حکومت کے ہے اور یہ خلافت حضرت علیؑ کے پاس نہ تھی جسے چھینا گیا ہو ان کے پاس تو روحانی اور علمی خلافت تھی (بقول شیعہ) اور یہ چھیننے کی چیز نہیں ہے۔ پھر یہ بھی

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علیؓ کو روحانی اور علمی فیض پہنچانے سے روکا گیا تھا اور ان پر اس میدان میں کوئی پابندی لگادی گئی تھی۔ اس کے برعکس اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے مشورے ہوتے تھے اور ان کی قدر کی جاتی تھی۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہے تو یہ روحانی اور علمی خلافت لیکن لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں اور حکومت انہیں سپرد کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نفع کے بجائے نقصان ہے کائنات کو ہمیشہ کے لیے خلیفہ کی پہچان کی آزمائش سے دوچار کر دیا جائے اور ان کی ضرورت کو پورا کرنے کے بجائے اس مشکل میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ کبھی بھی اس میں کامیاب نہ ہوں جیسے اس نظریہ کے مطابق امت ہمیشہ سے اب تک اس میں ناکام ہے اور اپنی ضرورت دوسرے طریقوں سے پورا کر رہی ہے۔ اس لیے حکومت کے بغیر تو گزارہ نہیں گویا خدا کی دی ہوئی خلافت تو بے کار گئی اور کام اس کی بجائے دوسری طرح کی حکومت سے چلایا گیا۔ اس طرح تو یہ خلافت رحمت کی جگہ زحمت بن گئی کہ کام بھی نہ آئی اور امت اس کی معرفت میں ناکام ہو کر گنہگار بھی ہو گئی اس طرح کی خلافت تو نبوت کی طرح کی آزمائش ہے۔ اگر ایسی خلافت جاری کرتی تھی تو اس کی بجائے سلسلہ نبوت ہی جاری کر دیا جاتا۔

۲۔ آپ کے دوست کی دوسری بات کہ "من کنت مولاه فعلی مولاه وانت متی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" سے حضرت علیؓ کی خلافت ثابت ہوتی ہے درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے لیکن منافقین جو بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی اپنے زمرہ میں شامل کرتے ہوئے پورے پیکنڈا شروع کر دیا کہ وہ بھی بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے۔ اس طرح ان منافقین نے حضرت علیؓ کے اخلاص ایمان کو مشکوک بنانے کی کوشش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رد میں فرمایا کہ جو مجھ سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ حضرت علیؓ سے بھی دوستی کرے اس لیے کہ وہ مخلص مومن ہیں اور اہل ایمان ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں "والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض" (القرآن) اور میرا اُسے وقتی طور پر مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑنے سے بیزار نہ سمجھ لینا کہ یہ مستقل خلیفہ میں اس لیے

کہ مستقل اور نامزد خلیفہ تو نبی ہو سکتا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ جب نبوت کا دروازہ بند ہو جائے تو افراد کی بجائے امت خلیفہ ہوتی ہے۔ اس روایت سے تو اٹھنا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی خلیفہ نہیں ہوں گے اس لیے کہ فرد کی خلافت کا سلسلہ باہر معنی کہ اللہ سے نامزد کرے ختم نبوت کے ساتھ ختم ہو گیا۔

۳۔ آپ کے دوست کا تیسرا سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چوہا نہیں جلتا تھا در آنحالیکہ حضرت عثمانؓ لاکھوں کے مالک تھے، کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کا فقر اختیار می تھا۔ آپ کے پاس حضرت عثمانؓ اور دیگر اصحاب اپنا مال لاتے تھے لیکن آپ اسے اپنے اوپر خرچ کرنے کے بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ کر دیتے تھے اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دوسرے صاحب مال لوگ بھی اپنا مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ کرتے تھے۔

۴۔ چوتھا سوال کہ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کی روایت کیوں لیتے ہیں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اہل سنت والجماعہ خلافت و امامت کے مسئلے میں اعلیٰ کی روایات بلکہ متواتر روایات کو بنیاد بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت علیؓ کی روایات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اگر آپ کے دوست اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق نسب اور نسل کی بنیاد پر کرتے ہیں تو یہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی" اور اگر نیکی میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہونا مراد ہو تو اس لحاظ سے اہل سنت اعلیٰ کی روایت لیتے ہیں اور ان کے نزدیک سارے صحابہ اعلیٰ ہیں اور اس لیے ان سب کی روایات مقبول ہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ آپ کے دوست کے غور و فکر کے لیے چند اشارات پیش کر دیئے ہیں۔ اگر وہ خالی الذہن ہو کر آخرت میں جواب دہی کے احساس سے ان کی روشنی میں سوچ و بچاؤ کریں گے تو انشاء اللہ انہیں اطمینان ہو جائے گا۔ اللہ کرے وہ مطمئن ہو جائیں اور گوہر مقصود کو پالینے کی سعادت سے سرفراز ہوں۔ آمین۔